صحبت صالحین

و من جائنی بقلب سلیم و نیة صحیحة و اخلاص تام و ارادة صادقة و مکث عندی الی مدة فیکشف اللہ علیہ سری فی صحبتی و یراہ من بعض آیات و عجائب لارائة منزلتی الا الذین یجیئوننی غافلین منافقین و لا یطلبون الحق کالخاشعین التائبین فاولئك الذین بعدوا منی و لو کانوا قریبین

(روحانی خزائن جلد ۱۱ انجام آتھم صفحہ ۱۴۲-۱۴۳)

و ان اللہ انزل علی غیث نعماء مدرارا ظاھرۃ و باطنة و انعم علی فی الاولی والاخرۃ و فتح علی ابوابا من الالھامات و حدائق من المکاشفات فمن یمکث عندی نحو اربعین یوما فارجوا انہ یری شیئا منھا ۔فھل لکم ان تعارضوا او تعرضون عنھا

(روحانی خزائن جلد ۱۱ انجام آتھم صفحہ ۱۸۱)

اور میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہر ایک شخص جو کسی مدت معقول تک میری صحبت میں رہا ہے ضرور اس نے کوئی نشان بھی دیکھا ہے۔ایسا کوئی نہیں جو ایک مدت تک میرے پاس رہا ہو اور پھر اس نے کوئی نشان نہ دیکھا ہواور نہ کوئی خبر غیب سنی ہو۔

(روحانی خزائن جلد ۱۱ انجام آتھم صفحہ۲۹۷-۲۹)

خدا تعالیٰ کے چھ طور کے نشان میرے ساتھ ہیں

سوم-ایک سال تک کوئی مولوی نامی مخالفوں میں سے میرے پاس رہے۔اگر اس عرصہ میں انسان کی طاقت سے برتر کوئی نشان مجھ سے ظاہر نہ ہو تو پھر بھی میں جھوٹا ہوں گا۔

(روحانی خزائن جلد ۱۱ انجام آتھم صفحہ ۳۰۴)

او میرے مخالف مولویو! اگر تم میں شک ہو تو آؤ چند روز میری صحبت میں رہو۔اگر خدا کے نشان نہ دیکھو تو مجھے پکڑو ۔اور جس طرح چاہو تکذیب سے پیش آؤ۔میں اتمام حجت کر چکا۔اب جب تک تم اس حجت کو نہ توڑ لو۔تمہارے پاس

کوئی جواب نہیں۔خدا کے نشان بارش کی طرح برس رہے ہیں۔کیا تم میں سے کوئی نہیں جو سچا دل لے کر میرے پاس آوے۔کیا ایک بھی نہیں۔

(روحانی خزائن جلد ۱۱ انجام آتھم صفحہ ۳۴۷)

سید صاحب کی یہ غلطی ہے کہ دعا قبول نہیں ہوتی۔کاش اگر وہ چالیس دن تک بھی میرے پاس رہ جاتے

تو نئے اور پاک معلومات پا لیتے

(روحانی خزائن جلد۱۵ تریاق القلوب صفحہ ۴۷۰)

حضرت مصلح موعود کا فرمانا کہ فرشتوں کی مدد سے لکھی گئی کتاب پڑھنے والے انسان پر فرشتوں کا نزول ہو جاتا ہے حوالہ تلاش کرنا ہے۔

ہاں اسمدد(لنگرخانہ۔ناقل)میں پنجاب نے بہت حصہ لیا ہوا ہے۔اس کا سبب یہ ہے کہ پنجاب کے لوگ اکثر میرے پاس آتے جاتے ہیں۔اور اگر دلوں میں غفلت کی وجہ سے کوئی سختی آ جائے تو صحبت اور پے در پے ملاقات کے اثر سے وہ سختی بہت جلد دور ہوتی رہتی ہے۔اس لئے پنجاب کے لوگ خاص کر بعض افراد ان کی محبت اور صدق اور اخلاص میں ترقی کرتے جاتے ہیں۔اور اسی وجہ سے ہر ایک ضرورت کے وقت وہ بڑی سرگرمی دکھلاتے ہیں۔اور سچی اطاعت کے آثار ان سے ظاہر ہوتے ہیں۔

(روحانی خزائن جلد ۲۰ تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۷۶)

حقیقی پاکی تب حاصل ہوتی ہے جب انسان گندی زندگی سے توبہ کر کے ایک پاک زندگی کا خواہاں ہو۔اور اس کے حصول کے لئے صرف تین باتیں ضروری ہیں

تیسرا طریق صحبت کاملین اور صالحین ہے۔کیونکہ ایک چراغ کے ذریعہ سے دوسرا چراغ روشن ہو سکتا ہے

(روحانی خزائن جلد ۲۰ لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۲۳۴)

جمال ہمنشیں در من اثر کرد

وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

واول ما یبدأ فی قلوب الصالحین ھو التبری من الدنیا والانقطاع الی رب العالمین وان ھذا ھو مراد انقض ظھر السالکین وامطر علیھم مطر الحزن والبکاء والانین

(تذکرۃ الشہادتین ص ۸۴ روحانی خزائن جلد ۲۰)

و من کان زیرا للابدال واذنا لاھل الحال تفتح عینہ لرؤیۃ ھذا النور و یشاھد فیہ من السر المستور۔ولا یشقی جلیس اولیاء الجناب و لو کان کالدواب او فی غلواء الشباب بل یبدل و یجعل کالشیخ المذاب فطوبی للذین لا یبرحون ارض المقبولین و یحفظون کلمھم کخلاصۃ النض و یجمعونہا کالممسکین

(تذکرۃ الشہادتین ص۸۵ روحانی خزائن جلد ۲۰)

آپ علامات المقربین کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

و من علاماتھم ان صحبتھم حرز حافظ لاھل الارض من السماء عند نزول البلاء۔ودواء القساوۃ تتولد من امانی الدنیا والاھواء وکما یعلو الجلد من قلۃ التعھد بالماء۔کذالک تتسخ القلوب من قلۃ صحبۃ الاولیاء و یعلمھا العالمون۔

ومن علاماتھم ان صحبتھم تحی القلوب و تقلل الذنوب و تقوی الوشخ اللغوب فیثبت الناس بھم علی المنھاج ولا یتقددون

(تذکرۃ الشہادتینعلامات المقربین ص۱۰۵روحانی خزائن جلد ۲۰)

و من صفن الیھم ولو کان العراھن المتقل بحب الدنیا یلج فی سم الخیاط بیمن قوم یتقون۔ومن کان من عبدۃ الطاغوت و حضرھم فاذا ھو من الذین لا یفسقون۔ومن کان متکبرا شیطانا ووافاھم ایمانا فیرغم انفہ لامراللہ و یکون من الذین یتقون۔

(سیرۃ الابدال صفحہ ۱۴۳روحانی خزائن جلد ۲۰)

صحبت صالحین میں صالح کی علامات

حضرت اقدس علیہ السلام نے چراغدین ساکن جموں کے متعلق فرمایا

قریباً تیس سال سے یہ سلسلہ جاری ہے مگر اُس نے تو صرف چندماہ سے پیدائش لی ہے اور میں اُس کی شکل بھی اچھی طرح شناخت نہیں کر سکتاکہ وہ کون ہے۔اور نہ وہ ہماری صحبت میں رہا۔

(روحانی خزائن جلد۱۸ صفحہ ۲۴۲)

درحقیقت انسان کی نجات اسی پر موقوف ہے کہ یا تو وہ خود ایسا شخص ہو جو براہ راست خدا تعالیٰ سے شرف مکالمہ اور مخاطبت رکھتا ہو مگر ایسا مکالمہ مخاطبہ نہ ہو کہ جس میں قطعی فیصلہ نہ ہو کہ وہ رحمانی ہے یا شیطانی ہے۔اور یا وہ شخص نجات پا سکتا ہے جو ایسے شخص کا ہم صحبت اور اس کے دامن سے وابستہ ہے "

(نزول المسیح روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۶۸)

پھر فرمایا

اے پاکیزگی کے ڈھونڈنے والو اگر تم چاہتے ہو کہ پاک دل بن کر زمین پر چلو اور فرشتے تم سے مصافحہ کریں تو تم یقین کی راہوں کو ڈھونڈو۔اور اگر تمہیں اس منزل تک ابھی رسائی نہیں تو اس شخص کا دامن پکڑو جس نے یقین کی آنکھ سے اپنے خدا کو دیکھ لیا ہے "

(نزول المسیح روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۷۴)

انسان اس دارالظلمات میں آکر کبھی نجات نہیں پا سکتا بجز اس کے کہ خود خدا تعالیٰ کے مکالمات سے مشرف ہو کر یا کسی اہل مکالمہ یقینیہ اور اہل آیات بینہ کی صحبت میں رہ کر اس ضروری اور قطعی علم تک پہنچ جائے کہ اس کا ایک خدا ہے جو قادر اور کریم اور رحیم ہے اور یہ دین یعنی اسلام جس پر یہ قائم ہے درحقیقت یہ سچا ہے"

(نزول المسیح روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۸۵)

صالح کی علامات کیا ہیں

درحقیقت انسان کی نجات اسی پر موقوف ہے کہ یا تو وہ خود ایسا شخص ہو جو براہ راست خدا تعالیٰ سے شرف مکالمہ اور مخاطبت رکھتا ہو مگر ایسا مکالمہ مخاطبہ نہ ہو کہ جس میں قطعہ فیصلہ نہ ہو کہ وہ رحمانی ہے یا شیطانی ہے اور یا وہ شخص نجات پا سکتا ہے جو ایسے شخص کا ہم صحبت اور اس کے دامن سے وابستہ ہے۔

(روحانی خزائن جلد نمبر ۱۸ص۴٦۸)

اے پاکیزگی کے ڈھونڈنے والو اگر تم چاہتے ہو کہ پاک دل بن کر زمین پر چلو اور فرشتے تم سے مصافحہ کریں تو تم یقین کی راہوں کو ڈھونڈو۔اور اگر تمہیں اس منزل تک ابھی رسائی نہیں تو اس شخص کا دامن پکڑو جس نے یقین کی آنکھ سے اپنے خدا کو دیکھ لیا ہے۔

(روحانی خزائن جلد نمبر ۱۸ص۴۷۴)

انسان اس دارالظلمات میں آ کر کبھی نجات نہیں پا سکتا بجز اس کے کہ خود خدا تعالیٰ کے مکالمات سے مشرف ہو کر یا کسی اہل مکالمہ یقینیہ اور اہل آیات بیّنہ کی صحبت میں رہ کر اس ضروری اور قطعی علم تک پہنچ جائے کہ اس کا ایک خدا ہے جو قادر اور کریم اور رحیم ہے۔اور یہ دین یعنی اسلام جس پر یہ قائم ہے درحقیقت سچا ہے۔

(روحانی خزائن جلد نمبر ۱۸ص۴۸۵)

قرآن شریف اگرچہ عظیم الشان معجزہ ہے مگر ایک کامل کے وجود کو چاہتا ہے کہ جو قرآن کے اعجازی جواہر پر مطلع ہو اور وہ اس تلوار کی طرح ہے جو درحقیقت بے نظیر ہے لیکن اپنا جوہر دکھلانے میں ایک خاص دست و بازو کی محتاج ہے اس پر دلیل شاید یہ آیت ہے لا یمسّہ الا المطھرون پس وہ ناپاکوں کے دلوں پر معجزہ کے طور پر اثر نہیں کر سکتا بجز اس کے کہ اس کا اثر دکھلانے والا بھی قوم میں ایک موجود ہو اور وہ وہیء ہو گا جس کو یقینی طور پر نبیوں کی طرح خدا تعالیٰ کا مکالمہ اور مخاطبہ نصیب ہو گا۔

(روحانی خزائن جلد نمبر ۱۸ص۴۸٦)

اور بد صحبت سے پرہیز کرو

(روحانی خزائن جلد ۱۴ ص ۱۸۷)

ان دنوں میں عبد الحکیم نام ایک شخص جو پٹیالہ کی ریاست میں اسسٹنٹ سرجن ہے جو پہلے اس سے ہمارے سلسلہ بیعت میں داخل تھا مگر بباعث کمی ملاقات اور قلّت صحبت دینی حقائق سے محض بے خبر اور محروم تھا اور تکبّر اور جہل مرکب اور رعونت اور بدظنّی کی مرض میں مبتلا تھا اپنی بد قسمتی سے مرتد ہو کر اس سلسلہ کا دشمن ہو گیا ہے

(روحانی خزائن جلد ۲۲ص ۱۱۲)

اُس نے بڑی خواہش کے ساتھ یہ قبول کیا تھا کہ اگر مجھے معلوم ہوا کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے کہ اس میں خدا تعالیٰ کے نشان ظاہر ہوتے ہیں اور امور غیبیہ کھلتے ہیں تو میں اسلام قبول کر لوں گا۔مگر قادیان کے بعض شریر الطبع لوگوں نے اُس کے دل کو خراب کر دیا اور میری نسبت بھی اُن نالائق ہندوؤں نے بہت کچھ جھوٹی باتیں اُس کو سنائیں تا وہ میری صحبت سے متنفّر ہو جائے۔پس ان بد صحبتوں کی وجہ سے روز بروز وہ ردّی حالتوں کی طرف گرتا گیا۔

(روحانی خزائن جلد ۲۲ص ۳۰۱)

میر عبّاس علی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا

جب وہ زمانہ آیا کہ میں نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تو وہ دعویٰ اُن کو ناگوار گذرا۔اوّل دل ہی دل میں پیچ و تاب کھاتے رہے۔بعد اس کے اس مباحثہ کے وقت کہ جو مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب سے لدھیانہ میں میری طرف سے ہوا تھااور اس تقریب سے چند دن اُنکو مخالفوں کی صحبت بھی میسّر آگئی تو نوشتۂ تقدیر ظاہر ہو گیا اور وہ صریح طور پر بگڑ گئے۔اور پھر ایسے بگڑے کہ وہ یقین دل کا اور وہ نورانیت منہ کی جو تھی وہ سب جاتی رہی اور ارتداد کی تاریکی ظاہر ہو گئی۔

(روحانی خزائن جلد ۲۲ص ۳۰۷)

جس زمانہ میں لوگوں کا ایمان خدا پر کم ہو جاتا ہے اُس وقت میرے جیسا ایک انسان پیدا کیا جاتا ہے اور خدا اس سے ہمکلام ہوتا ہے اور اس کے ذریعہ سے اپنے عجائب کام دکھلاتا ہے یہاں تک کہ لوگ سمجھ جاتے ہیں کہ خدا ہے۔میں

عام اطلاع دیتا ہوں کہ کوئی انسان خواہ ایشیائی ہو خواہ یورپین اگر میری صحبت میں رہے تو وہ ضرور کچھ عرصہ کے بعد میری ان باتوں کی سچائی معلوم کر لے گا۔

(روحانی خزائن جلد ۱۳ ص ۱۸)

اس کے فضل وکرم سے ہماری مجلس خدا نما مجلس ہے۔جو شخص اس مجلس میں صحت نیت اور پاک ارادہ اور مستقیم جستجو سے ایک مدت تک رہے تو میں یقین کرتا ہوں کہ اگر وہ دہریہ بھی ہو تو آخر خدا تعالیٰ پر ایمان لاوے گا۔اور ایک عیسائی جس کو خدا تعالیٰ کا خوف ہو اور جو سچے خدا کی تلاش اور بھوک اور پیاس رکھتا ہو اُس کو لازم ہے کہ بیہودہ قصّے اور کہانیاں ہاتھ سے پھینک دے اور چشم دید ثبوتوں کا طالب بن کر ایک مدت تک میری صحبت میں رہے پھر دیکھے کہ وہ خدا جو زمین اور آسمان کا مالک ہے کس طرح اپنے آسمانی نشان اس پر ظاہر کرتا ہے۔

(روحانی خزائن جلد ۱۳ ص ۵۵)

میں زور سے کہتا ہوں کہ اگر کوئی عیسائی میری صحبت میں رہے تو ابھی برس نہیں گذرے گا کہ وہ کئی نشان دیکھے گا ۔خدا کے نشانوں کی اس جگہ بارش ہو رہی ہے اور وہ خدا جس کو لوگوں نے بھلا دیا اور اس کی جگہ مخلوق کو دی اس عاجز کے دل پر تجلّی کر رہا ہے

(روحانی خزائن جلد ۱۳ ص ۱۰۸)

اس میں کیا شک ہے کہ فسق و فجور بھی ایک بیماری متعدی ہے۔ایک شریف عورت کنجریوں کی دن رات صحبت میں رہ کر اگر صریح بدکاری تک نہیں پہنچے گی تو کسی قدر گندے حالات کے مشاہدہ سے دل اُس کا ضرور خراب ہو گا۔

(روحانی خزائن جلد ۱۳ ص ۳۰۴)

اور یہ جو الہام الٰہی میں اصحاب الصفّہ کی تعریف کی گئی یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یقین میں محبت میں معرفت میں وہی لوگ زیادہ ترقی کریں گے جو اکثر پاس رہیں گے اور خدا ان سے پیار کرے گا اور وہ کبھی ٹھوکر نہیں کھائیں گے اور وہ ترقی کریں گے اور ان کے دل رقت سے بھر جائیں گے۔غرض خدا کے نزدیک وہی خاص درجہ کے لوگ ہیں جنکو قرب اور ہمسائیگی اور ہم نشینی حاصل ہے۔

(روحانی خزائن جلد ۱۳ ص ۳۱۲)

امام الزمان کے متعلق مثالاً فرمایا

جس طرح مرغی انڈوں کو اپنے پَروں کے نیچے لیکر انکو بچے بناتی ہے۔اور پھر بچوں کو پَروں کے نیچے رکھ کر اپنے جوہر ان کے اندر پہنچا دیتی ہے۔اسی طرح یہ شخص اپنے علوم روحانیہ سے صحبت یابوں‌کو علمی رنگ سے رنگین کرتا رہتا ہیاور یقین اور معرفت میں بڑھاتا جاتا ہے۔

(روحانی خزائن جلد ۱۳ ص ۴۸۰)

الہامی جواہرات کا جوہری امام الزمان ہوتا ہے۔اس کی صحبت میں رہ کر انسان جلد اصل اور مصنوعی میں فرق کر سکتا ہے

(روحانی خزائن جلد ۱۳ ص ۴۸۹)

اولیاء سے جو خوارق کبھی اس قسم کے ظہور میں آتے ہیں کہ پانی ان کو ڈبو نہیں سکتا اور آگ ان کو نقصان نہیں پہنچا سکتی۔اس مین بھی در اصل یہی بھید ہے کہ حکیم مطلق جس کی بے انتہا اسرار پر انسان حاوی نہیں ہو سکتا اپنے دوستوں اور مقربوں کی توجہ کے وقت کبھی یہ کرشمہ قدرت دکھلاتا ہے کہ وہ توجہ عالم میں تصرف کرتی ہے اور جن ایسے مخفی اسباب کے جمع ہونے سے مثلاً آگ کی حرارت اپنے اثر سے رک سکتی ہے خواہ وہ اسباب اجرام علوی کی تاثیریں ہوں یا خود مثلاً آگ کی کوئی مخفی خاصیت یا اپنے بدن کی ہی کوئی مخفی خاصیت یا ان تمام خاصیتوں کا مجموعہ ہو وہ اسباب اس توجہ اور اس دعا سے حرکت میں آتی ہیں۔تب ایک امر خارق عادت ظاہر ہوتا ہے مگر اس سے حقائق اشیاء کا اعتبار نہیں اٹھتا اور نہ علوم ضائع ہوتے ہیں بلکہ یہ تو علوم الٰہیہ میں سے خود ایک علم ہے اور یہ اپنے مقام پر ہے اور مثلاً آگ کا محرق بالخاصیت ہونا اپنے مقام پر۔بلکہ یوں سمجھ لیجئیے کہ یہ روحانی مواد ہیں جو آگ پر غالب آ کر اپنا اثر دکھاتے ہیں اور اپنے وقت اور اپنے محل سے خاص ہیں۔اس دقیقہ کو دنیا کی عقل نہیں سمجھ سکتی کہ انسان کامل خدا تعالیٰ کے روح کا جلوہ گاہ ہوتا ہے اور جب کبھی کامل انسان پر ایک ایسا وقت آ جاتا ہے کہ وہ اس جلوہ کا عین وقت ہوتا ہے تو اس وقت ہر ایک چیز اس سے ایسی ڈرتی ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ سے۔اُس وق ت اُس کو درندہ کے آگے

ڈال دو ، آگ میں ڈال دو وہ اس سے کچھ بھی نقصان نہیں اٹھائے گا۔کیونکہ اس وقت خدا تعالیٰ کی روح اس پر ہوتی ہے اور ہر ایک چیز کا عہد ہے کہ اس سے ڈرے۔یہ معرفت کا ایک آخری بھید ہے جو بغیر صحبت کاملین سمجھ میں نہیں آ سکتا۔چونکہ یہ نہایت دقیق اور پھر نہایت درجہ نادر الوقوع ہے اس لئے ہر ایک فہم اس فلاسفی سے آگاہ نہیں۔

(روحانی خزائن جلد ۶ ص۳۰)

اور یہ کہنا کہ ہمارے لئے قرآن اور احادیث کافی ہیں اور صحبت صادقین کی ضرورت نہیں یہ خود مخالف تعلیم قرآن ہے کیونکہ اللہ جلّشانہ فرماتا ہے و کونوا مع الصادقین اور صادق وہ ہیں جنہوں نے صدق کو علی وجہ البصیرت شناخت کیا اور پھر اس پر دل و جان سے قائم ہو گئے۔اور یہ اعلیٰ درجہ بصیرت کا جبز اس کے ممکن نہیں کہ سماوی تائید شامل حال ہو کر اعلیٰ مرتبہ حق الیقین تک پہنچا دیوے۔پس ان معنوں کر کے صادق حقیقی انبیاء اور رسل اور محدث اور اولیاء کاملین مکملین ہیں جنپر آسمانی روشنی پڑی اور جنہوں نے خدا تعالیٰ کو اسی جہان میں یقین کی آنکھوں سے دیکھ لیا اور آیت موصوفہ بالا بطور اشارت ظاہر کر رہی ہے کہ دنیا صادقوں کے وجود سے کبھی خالی نہیں ہوتی کیونکہ دوام حکم کونوا مع الصادقین دوام وجود صادقین کو مستلزم ہے۔

علاوہ اس کے مشاہدہ صاف بتلا رہا ہے کہ جو لوگ صادقوں کی صحبت سے لا پروا ہو کر عمر گذارتے ہیں اُنکے علوم و فنون جسمانی جذبات سے اُن کو ہرگز صاف نہیں کر سکتے اور کم سے کم اتنا ہی مرتبہ اسلام کا کہ دلی یقین اس بات پر ہو کہ خدا ہے اُنکو ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا اور جس طرح وہ اپنی اس دولت پر یقین رکھتے ہیں جو ان کے صندوقوں میں بند ہو یا اپنے ان مکانات پر جو ان کے قبضہ میں ہوں ہرگز ان کو ایسا یقین خدا تعالیٰ پر نہیں ہوتا وہ سمّ الفار کھانے سے ڈرتے ہیں کیونکہ وہ یقینا جانتے ہیں کہ وہ ایک زہر مہلک ہے لیکن گناہوں کی زہر سے نہیں ڈرتےحالانکہ ہر روز قرآن میں پڑھتے ہیں انہ من یات ربہ مجرما فان لہ جہنم لا یموت فیھا و لا یحی پس سچ تو یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانتا وہ قرآن کو بھی نہیں پہچان سکتا۔ہاں یہ بات بھی درست ہے کہ قرآن ہدایت کے لئے نازل ہوا ہے مگر قرآن کی ہدایتیں اس شخص کے وجود کے ساتھ وابستہ ہیں جسپر قرآن نازل ہوا یا وہ شخص جو منجانب اللہ اس کا قائم مقام ٹھہرایا گیا اگر قرآن اکیلا ہی کافی ہوتا تو خدا تعالیٰ قادر تھا کہ قدرتی طور پر درختوں کے پتوں پر قرآن لکھا جاتا یا لکھا لکھایا آسمان سے نازل ہو جاتا مگر خدا تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا بلکہ قرآن کو دنیا میں نہیں بھیجا جب تک معلّم

القرآن دنیا میں نہیں بھیجا گیا۔قرآن کریم کو کھول کر دیکھو کتنے مقام میں اس مضمون کی آیتیں ہیں کہ یعلمھم الکتاب والحکمۃ یعنی وہ نبی کریم ﷺ قرآن اوقر قرآنی حکمت لوگوں کو سکھلاتا ہے اور پھر ایک اور جگہ فرماتا ہے و لا یمسّہ الا المطھرون یعنی قرآن کے حقائق و دقائق انہیں پر کھلتے ہیں جو پاک کئے گئے ہیں۔پس ان آیات سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کے سمجھنے کے لئے ایک ایسے معلم کی ضرورت ہے جس کو خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پاک کیا ہو۔اگر قرآن کے سیکھنے کے لئے معلم کی حاجت نہ ہوتی تو ابتدائے زمانہ میں بھی نہ ہوتی۔اور یہ کہنا کہ ابتداء میں تو حلّ مشکلات قرآن کے لئے ایک معلم کی ضرورت تھی لیکن جب حل ہو گئیں تو اب کیا ضرورت ہے۔اس کا جواب یہ ہے ،کہ حل شدہ بھی ایک مدت کے بعد پھر قابل حل ہو جاتی ہیں ماسوا اس کے اُمّت کو ہر ایک زمانہ میں نئ مشکلات بھی تو پیش آتی ہیں اور قرآن جامع جمیع علوم تو ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ ایک ہی زمانہ میں اسکے تمام علوم ظاہر ہو جائیں بلکہ جیسی جیسی مشکلات کا سامنا ہوتا ہے ویسے ویسے قرآنی علوم کھلتے ہیں اور ہر یک زمانہ کی مشکلات کے مناسب حال اُن مشکلات کو حل کرنے والے روحانی معلم بھیجے جاتے ہیں جو وارث رسل ہوتے ہیں اور ظلّی طور پر رسولوں کے کمالات کو پاتے ہیں اور جس مجدد کی کارروائیاں کسی ایک رسول کی منصبی کارروائیوں سے شدید مشابہت رکھتی ہیں وہ عند اللہ اسی رسول کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

ابنئے معلموں کی اس وجہ سے بھی ضرورت پڑتی ہے کہ بعض حصے تعلیم قرآن شریف کے از قبیل حال ہیں نہ از قبیل قال۔اور آنحضرت ﷺ نے جو پہلے معلم اور اصل وارث اس تخت کے ہیں حالی طور پر ان دقائق کو اپنے صحابہؓ کو سمجھایا ہے مثلاً خدا تعالیٰ کا یہ کہنا کہ میں عالم الغیب ہوں اور میں مجیب الدعوات ہوں اور میں قادر ہوں اور میں دعاؤں کو قبول کرتا ہوں اور طالبون کو حقیقی روشنی تک پہنچاتا ہوں اور میں اپنے صادق بندوں کو الہام دیتا ہوں اور جسپر چاہتا ہوں اپنے بندوں میں سے اپنی روح ڈالتا ہوں یہ تمام باتیں ایسی ہیں کہ جب تک معلم خود ان کا نمونہ بن کر نہ دکھلاوے تب تک یہ کسی طرح سمجھ ہی نہیں آسکتیں پس ظاہر ہے کہ صرف ظاہری علماء خود اندھے ہیں ان تعلیمات کو سمجھا نہیں سکتے بلکہ وہ تو اپنے شاگردوں کو ہر وقت اسلام کی عظمت سے بد ظنّ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ باتیں آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئی ہیں اور ان کے ایسے بیانات سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ گویا اسلام اب زندہ مذہب نہیں اور اس کی حقیقی تعلیم پانے کے لئے اب کوئی بھی راہ نہیں۔لیکن ظاہر ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کا اپنی مخلوق کے لئے یہ ارادہ

ہے کہ وہ ہمیشہ قرآن کریم کے چشمہ سے انکو پانی پلاوے تو بے شک وہ اپنے ان قوانین قدیمہ کی رائت کرے گا جو قدیم سے کرتا آیا ہے۔اور اگر قرآن کی تعلیم صرف اسی حد تک محدود ہے جس حد تک ایک تجربہ کار اور لطیف الفکر فلاسفر کی تعلیم محدود ہو سکتی ہے اور آسمانی تعلیم جو محض حال کے نمونہ سے سمجھائی جاتی ہے اس میں نہیں تو پھر نعوذ باللہ قرآن کا آنا لا حاصل ہے۔مگر میں جانتا ہوں کہ اگر کوئی ایک دم کے واسطے بھی اس مسئلہ میں فکر کرے کہ انبیاء کی تعلیم اور حکیموں کی تعلیم میں بصورت فرض کرنے صحت ہر دو تعلیم کے مابہ الامتیاز کیا ہے تو بجز اسکے اور کوئی مابہ الامتیاز قرار نہیں دے سکتا کہ انبیاء کی تعلیم کا بہت سا حصہ فوق العقل ہے جو بجز حالی تفہیم اور تعلیم کے اور کسی راہ سے سمجھ ہی نہیں آ سکتا۔اور اس حصہ کو وہی لوگ دلنشین کرا سکتے ہیں جو صاحب حال ہوں مثلاً ایسے ایسے مسائل کہ اس طرح پر فرشتے جان نکالتے ہیں اور پھر یوں آسمان پر لے جاتے ہیں اور پھر قبر میں حساب اس طور سے ہوتا ہے اور بہشت ایسا ہے اور دوزخ ایسا۔اور پل صراط ایسا۔اور عرش اللہ کو چار فرشتے اٹھا رہے ہیں اور پھر قیامت کو آٹھ اٹھائیں گے۔اور اس طرح پر خدا اپنے بندوں پر وحی نازل کرتا ہے یا مکاشفات کا دروازہ ان پر کھولتا ہے یہ تمام حالی تعلیم ہے اور مجرد قیل و قال سے سمجھ نہیں آ سکتی اور جبکہ یہ حال ہے تو پھر میں دوبارہ کہتا ہوں کہ اگر اللہ جلّشانہ نے اپنے بندوں کے لئے یہ ارادہ فرمایا ہے کہ اس کی کتاب کا یہ حصہ تعلیم ابتدائی زمانہ تک محدود نہ رہے تو بے شک اس نے یہ بھی انتظام کیا ہو گا کہ اس حصہ تعلیم کے معلم بھی ہمیشہ آتے رہیں کیونکہ حصہ حالی تعلیم کا بغیر توسط اُن معلّموں کے جو مرتبہ حال پر پہنچ گئے ہوں ہرگز سمجھ نہیں آ سکتا اور دنیا ذری ذری بات پر ٹھوکریں کھاتی ہے۔پس اگر اسلام میں بعد آنحضرت ﷺ ایسے معلم نہیں آئے جن میں ظلّی طور پر نور نبوت تھا تو گویا خدا تعالیٰ نے عمداً قرآن کو ضائع کیا کہ اس کے حقیقی اور واقعی طور پر سمجھنے والے بہت جلد دنیا سے اٹھا لئے مگر یہ بات اس کے وعدہ کے برخلاف ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون یعنی ہم نے ہی قرآن اتارااور ہم ہی اس کیحفاظت کرتے رہیں گے۔اب میں نہیں سمجھ سکتا کہ اگر قرآن کے سمجھنے والے ہی باقی نہ رہے اور اس پر یقینی اور قطعی حالی طور پر ایمان لانے والے زاویہ عدم میں مختفی ہوگئے تو پھر قرآن کی حفاظت کیاہوئی۔کیا حفاظت سے یہ حفاظت مراد ہے کہ قرآن بہت سے خوشخط نسخوں میں تحریر ہو کر قیامت تک صندوقوں میں بند رہے گا جیسے بعض مدفون خزانے گو کسی کے کام نہیں آتے مگر زمین کے نیچے محفوظ پڑے رہتے ہیں۔کیا کوئی سمجھ سکتا ہے کہ اس آیت سے خدا تعالیٰ کا یہی منشاء ہے۔اگریہی منشاء ہے تو ایسی حفاظت کوئی کمال کی بات نہیں بلکہ یہ تو ہنسی کی بات ہے اور ایسی حفاظت کا

منہ پر لانا دشمنوں سے ٹھٹھا کرانا ہے کیونکہ جبکہ علّت غائی مفقود ہو تو ظاہری حفاظت سے کیا فائدہ۔ممکن ہے کسی گڑھے میں کوئی نسخہ انجیل یا توریت کا بھی ایسا ہی محفوظ پڑا ہواور دنیا میں تو ہزار ہا کتابیں اس قِسم کی پائی جاتی ہیں کہ جو یقینی طور پر بغیر کسی کمی و بیشی کے کسی موٴلف کی تالیف سمجھی گئی ہیں تو اس میں کمال کیا ہوا۔اور امت کو خصوصیت کے ساتھ فائدہ کیا پہنچا گو اس سے انکار نہیں کہ قرآن کی حفاظت ظاہری بھی دنیا کی تمام کتابوں سے بڑھ کر ہے اور خارق عادت بھی لیکن خدا تعالیٰ جس کی روحانی امور پر نظر ہے ہرگز اس کی ذات کی نسبت یہ گمان نہیں کر سکتے کہ اتنی حفاظت سے مراد صرف الفاظ اور حروف کا محفوظ رکھنا ہی مراد لیا ہے حالانکہ ذکر کا لفظ بھی صریح گواہی دے رہا ہے کہ قرآن بحیثیت ذکر ہونے کے قیامت تک محفوظ رہے گا اور اس کے حیقیقی ذاکر ہمیشہ پیدا ہوتے رہیں گے اور اس پر ایک اور آیت بھی بیّن قرینہ ہے اور وہ یہ ہے بل ھو آیات بینات فی صدور الذین اوتو العلم یعنی قرآن آیات بیّنات ہیں جو اہلِ علم کے سینوں میں ہیں۔پس ظاہر ہے کہ اس آیت کے یہی معنی ہیں کہ مومنوں کو قرآن کریم کا علم اور نیز اس پر عمل عطا کیا گیا ہے اور جبکہ قرآن کریم کی جگہ مومنوں کے سینے ٹھہرے تو پھر یہ آیت کہ انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون بجز اس کے اور کیا معنی رکھتی ہے کہ قرآن سینوں سے محو نہیں کیا جائے گا جس طرح کہ توریت اور انجیل ان کے ہاتھوں اور ان کے صندوقوں میں تھی لیکن ان کے دلوں سے محو ہو گئی یعنی ان کے دل اس پر قائم نہ رہے اور انہوں نے توریت اور انجیل کو اپنے دلوں میں قائم اور بحال نہ کیا۔غرض یہ آیت بلند آواز سے پکار رہی ہے کہ کوئی حصہ قرآن کا برباد اور ضائع نہیں ہو گا اور جس طرح روز اوّل سے اس کا پودا دلوں میں جمایا گیا۔یہی سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

دوم جس طرح پر کہ عقل اس بات کو واجب اور متحتم ٹھہراتی ہے کہ کتب الہٰی کی دائمیتعلیم اور تفہیم کے لئے ضروری ہے کہ ہمیشہ انبیاء کی طرح وقتاً فوقتاً ملہم اور مکلّم اور صاحب علم لدنی پیدا ہوتے رہیں۔اسی طرح جب ہم قرآنپر نظر ڈالتے ہیں اور غور کی نگہ سے اس کو دیکھتے ہیں تو وہ بھی بآواز بلند یہی فرما رہا ہے کہ روحانی معلموں کا ہمیشہ کے لئے ہونا اس کے اردہ قدیم میں مقرر ہو چکا ہے۔دیکھو اللہ جلّشانہ فرماتا ہے واما ماینفع الناس فیمکث فی الارض الجز ۱۳ یعنی جو چیز انسانوں کو نفع پہنچاتی ہے وہ زمین پر باقی رہتی ہے اب ظاہر ہے کہ دنیا میں زیادہ تر انسانوں کو نفع پہنچانے والیگروہ انبیاء ہیں کہ جو خوارق سے معجزات سے پیشگوئیوں سے حقائق سے معارف سے اپنی راستبازی کے نمونہ سے

انسانوں کے ایمان کو قوی کرتے ہیں اور حق کے طالبوں‌کو دینی نفع پہنچاتے ہیں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ وہ دنیا میں کچھ بہت مدت تک نہیں رہتے بلکہ تھوڑی سی زندگی بسر کر کے اس عالَم سے اٹھائے جاتے ہیں لیکن آیت کے مضمون میں خلاف نہیں اور ممکن نہیں کہ خدا تعالیٰ کا کلام خلاف واقع ہو۔پس انبیاء کی طرف نسبت دے کر معنی آیت کے یوں ہوں گے کہ انبیاء میں حیث الظل باقی رکھے جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ ظلی طور پر ہر یک ضرورت کے وقت میں کسی اپنے بندہ کو اُن کی نظیر اور مثیل پیدا کر دیتا ہے جو انہی کے رنگ میں ہو کر ان کی دائمی زندگی کا موجب ہوتا ہیاور اس ظلی وجود قائم رکھنے کے لئے خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یہ دعا سکھائی ہے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم یعنی اے خدا ہمارے ہمیں وہ سیدھی راہ دکھا جو تیرے ان بندوں کی راہ ہے جن پر تیرا انعام ہے اور ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کا انعام جو انبیاء پر ہوا تھا جس کے مانگنے کے لئے اس دعا میں حکم ہے اور وہ درم اور دینار کی قسم میں‌سے نہیں بلکہ وہ انوار اور برکات اور محبت اور یقین اور خوارق اور تائید سماوی اور قبولیت اور معرفت تامّہ اور وحی اور کشف کا انعام ہے اور خدا تعالیٰ نے اس اُمّت کواس انعام کے مانگنے کے لئے تبھی حکم فرمایا کہ اوّل اس انعام کے عطا کرنے اک ارادہ بھی کر لیا۔پس اس آیت سے بھی کھلے کھلے طور پر یہی ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ اس امت کو ظلی طور پر تمام انبیاء کا وارث ٹھہراتا ہے تا انبیاء کا وجود ظلی طور پر ہمیشہ باقی رہے اور دنیا ان کے وجود سے کبھی خالی نہ ہو اور نہ صرف دعا کے لئے حکم کیا بلکہ ایک آیت میں وعدہ بھی فرمایا ہے اور وہ یہ ہے والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا یعنی جو لوگ ہماری راہ میں جو صراط مستقیم ہے مجاہدہ کریں گے تو ہم ان کو اپنی راہیں بتلا دیں گے اور ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کی راہیں وہی ہیں جو انبیاء کو دکھلائی گئی تھیں۔

(روحانی خزائن جلد ۶ ص ۳۴۷تا ۳۵۲)

جلسہ سالانہ کے متعلق فرمایا

اس جلسہ سے مدعا اور اصل مطلب یہ تھا کہ ہماری جماعت کے لوگ کسی طرح بار بار کی ملاقاتوں سے ایک ایسی تبدیلی اپنے اندر حاصل کر لیں کہ ان کے دل آخرت کی طرف بکلّی جھک جائین اور ان کے اندر خدا تعالیٰ کا خوف پیدا ہو اور وہ زہد اور تقویٰ اور خدا ترسی اور پرہیزگاری اور نرم دلی اور باہم محبت اور مؤاخات میں دوسروں کے لئے ایک نمونہ بن جائیں‌اورانکسار اور تواضع اور راستبازی اُن میں پیدا ہو اور دینی مہمّات کے لئے سرگرمی اختیار

کریں۔۔۔۔۔۔۔دل تو یہی چاہتا ہے کہ مبایعین محض للہ سفر کر کے آویں اور میری صحبت میں رہیں اور کچھ تبدیلی پیدا کر کے جائیں کیونکہ موت کا اعتبار نہیں میرے دیکھنے میں مبایعین کو فائدہ ہے مگر مجھے حقیقی طور پر وہی دیکھتا ہے جو صبر کے ساتھ دین کو تلاش کرتا ہے اور فقط دین کو چاہتا ہے سو ایسے پاک نیت لوگوں کا آنا ہمیشہ بہتر ہے کسی جلسہ پر موقوف نہیں بلکہ دوسرے وقتوں میں وہ فرصت اور فراغت سے باتیں کر سکتے ہیں۔

(روحانی خزائن جلد ۶ ص ۳۹۴تا ۳۹۵)

تمام مخلصین داخلین سلسلہ ٔبیعت اس عاجز پر ظاہر ہو کہ بیعت کرنے سے غرض یہ ہے کہ تا دنیا کی محبت ٹھنڈی ہو ۔اور اپنے مولیٰ کریم اور رسول مقبول ﷺ کی محبت دل پر غالب آ جائے اور ایسی حالتانقطاع پیدا ہو جائے جس سے سفر آخرت مکروہ معلوم نہ ہو۔لیکن اس غرض کے حصول کے لئے صحبت میں رہنا اور ایک حصہ اپنی عمر کا اس راہ مین خرچ کرنا ضروری ہے تا اگر خدا تعالیٰ چاہے تو کسی برہانِ یقینی کے مشاہدہ سے کمزوری اور ضعف اور کسل دور ہو۔اور یقین کامل پیدا ہو کر ذوق اور شوق اور ولولہ ٔعشق پیدا ہو جائے۔سو اس بات کیلئے ہمیشہ فکر رکھنا چاہیئے اور دعا کرنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ یہ توفیق بخشے۔اور جب تک یہ توفیق حاصل نہ ہو۔کبھی کبھی ضرور ملنا چاہیئے۔کیونکہ سلسلہ بیعت میں داخل ہو کر پھر ملاقات کی پرواء نہ رکھنا ایسی بیعت سراسر بے برکت اور صرف ایک رسم کے طور پر ہو گی۔اور چونکہ ہر ایک کے لئے بباعث ضعفِ فطرت یا کمیٔ مقدرت یا بعدِ مسافت یہ میسر نہیں آ سکتا کہ وہ صحبت میں آ کر رہے یا چند دفعہ سال میں تکلیف اٹھا کر ملاقات کے لئے آوے۔کیونکہ اکثر دلوں میں بھی ایسا اشتعالِ شوق نہیں کہ ملاقات کے لئے بڑی بڑی تکالیف اور بڑے بڑے حرجوں کو اپنے پر روا رکھ سکیں۔لہٰذا قرین مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ سال میں تین روز ایسے جلسہ کے لئے مقرر کئے جائیں جس میں تمام مخلصین اگر خدا تعالیٰ چاہے بشرطِ صحت و فرصت و عدم موانع قویّہ تاریخ مقرّرہ پر حاضر ہو سکیں۔

(روحانی خزائن جلد ۴ ص ۳۵۱)

نشان دکھانا مقابلہ پر منحصر نہیں

فرمایا

نشانوں کا سلسلہ تو ابتداء سے جاری ہے اور ہر یک صحبت میں رہنے والا بشرطیکہ صدق اور استقامت سے رہے کچھ نہ کچھ دیکھ سکتا ہے۔اور آئندہ بھی خدا تعالیٰ اس سلسلہ کو بے نشان نہیں چھوڑے گا اور نہ اپنی تائید سے دستکش ہو گا۔

(آسمانی فیصلہ ص ۲۲ روحانی خزائن جلد ۴ ص ۳۳۲)

mta کے ذریعہ صحبت صالحین کا موقع ہر کس و ناقص کو میسر آ گیا ہے

صالحین کی محبت کا سرمایہ لے کر یہ کتاب لکھی گئی ہے۔

جو شخص میری صحبت میں چالیس دن بھی رہتا ہے وہ کوئی نہ کوئی خدا تعالیٰ کا نشان دیکھ لیتا ہے۔اسی وجہ سے ہزارہا بندگان خدا اس طرف جھک گئے ہیں اور باوجود آپ (محمد اکرام اللہ)کے بغض اور بخل اور ہمیشہ کی یاوہ گوئی کے ایک عالم ہماری طرف آ گیا ہے اور آتا جاتا ہے اور آپ کے منہ کی پھونکوں سے کچھ بھی ہمارا بگڑ نہ سکا۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۲۸۱ روحانی خزائن جلد۲۱)

حضرت مولوی عبد اللطیف شہیدؓ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا

چہرہ دیکھتے ہی مجھے انہوں نے قبول کر لیا اور کمال انشراح سے میرے دعویٰ مسیح موعود ہونے پر ایمان لائے اور جان نثاری کی شرط پر بیعت کی۔اور ایک ہی صحبت میں ایسے ہو گئے کہ گویا سال ہا سال سے میری صحبت مین تھے اور نہ اس قدر بلکہ الہام الٰہی کا سلسلہ بھی ان پر جاری ہو گیا اور واقعتا صیحہ ان پر وارد ہونے لگے اور ان کا دل ماسواللہ کے بقایا سے بکلّی دھویا گیا۔پھر وہ اس جگہ سے معرفت اور محبت الٰہیہ سے معمور ہو کر واپس اپنے وطن کی طرف گئے۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۳۲۹ روحانی خزائن جلد۲۱)

ہمارے مخالف جو خواہ نخواہ اسلام پر جبر کا الزام لگاتے ہیں اُن کو یہ دو باتیں ضرور سوچنی چاہئیں۔(۱)اول یہ کہ جس قدر آنحضرت ﷺ کی صحبت سے صحابہ کے دلوں میں تبدیلی پیدا ہوئی اور جس قدر وہ بت پرستی اور ہر ایک مشرکانہ رسم سے متنفر ہو گئے کیا ایسی تبدیلی اور ایسی شرک سے بیزاری اس شخص کے دل میں پیدا ہو سکتی ہے کہ جو جانتا ہے کہ مجھے جبراً مسلمان کیا گیا ہے۔

(چشمہ معرفت روحانی خزائن جلد ۲۳ ص ۲۳۶)

اس (حضرت نانکؒ۔ناقل) کا کلام جا بجا ثابت کرتا ہے کہ اس نے ہندوؤن کے ویدوں میں بہت غور کی مگر ان سے کچھ تسلّی نہیں پائی آخر ویدوں سے اُس کا دل بیزار ہو گیا اور اُس وقت کے خدا رسیدہ مسلمانوں سے اُس نے تعلق پیدا کیا اور ایک زمانہ دراز تک ان کی صحبت میں رہا آخر اُن کے رنگ سے رنگین ہو گیا۔اب تک اُس کی یادگار میں وہ چلّہ کشی کے مقام پائے جاتے ہیں جس جس جگہ اس نے اولیاء اللہ کے قرب و جوار مین خدا کی راہ میں مجاہدات کئے۔

(چشمہ معرفت روحانی خزائن جلد ۲۳ ص ۳۵۱)

پس قرآنی تعلیم اور آنحصرت ﷺ کی صحبت نے جو پہلا اثر ان پر کیاتو وہ یہ تھا کہ اُن کو محسوس ہو گیا کہ ہم پاکیزگی کے جامہ سے بالکل برہنہ اور بد اعمالی کے گند میں گرفتار ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ ان کی پہلی حالت کی نسبت فرماتا ہے

اولئک کالانعام بل ھم اضل

یعنی یہ لوگ چارپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بد تر۔پھر جب آنخضرت ﷺ کی پاک صحبت اور فرقان حمید کی دلکش تاثیر سے ان کو محسوس ہو گیا کہ جس حالت میں ہم نے زندگی بسر کی ہے وہ ایک وحشیانہ زندگی ہے اور سراسر بد اعمالیوں سے ملوّث ہے تو انہوں نے روح القدس سے قوت پا کر نیک اعمال کی طرف حرکت کی جیسا کہ اللہ تعالیٰ ان کے حق میں فرماتا ہے و ایدھم بروح منہ یعنی خدا نے ایک پاک روح کے ساتھ ان کی تائید کی۔وہ وہی غیبی طاقت تھی جو ایمان لانے کے بع داور کسی قدر صبر کرنے کے بعد انسان کو ملتی ہے۔

(چشمہ معرفت روحانی خزائن جلد ۲۳ ص ۴۲۴تا ۴۲۵)

خدا مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے اور ایک لاکھ سے بھی زیادہ میرے ہاتھ پر اس نے نشان دکھلائے ہیں۔سو اگرچہ میں دنیا کے تمام نبیوں کا ادب کرتا ہوں اور ان کی کتابون کا بھی ادب کرتا ہوں مگر زندہ دین صرف اسلام کو ہی مانتا ہوں کیونکہ اس کے ذریعہ سے میرے پر خدا ظاہر ہوا۔جس شخص کو میرے اس بیان مین شک ہو اُس کو چاہیئے کہ ان باتوں کی تحقیق کے لئے کم سے کم دو ماہ کے لئے میرے پاس آ جائے میں اُس کے تمام اخراجات کا جو اُس کے لئے کافی ہو سکتے ہیں اس مدت تک متکفل رہوں گا۔

(چشمہ معرفت روحانی خزائن جلد ۲۳ ص ۴۲۸)

تیسری شاخ اس کارخانہ کی واردین اور صادرین اور حق کی تلاش کے لئے سفر کرنے والے اور دیگر اغراض متفرقہ سے آنے والے ہیں۔جو اس آسمانی کارخانہ کی خبر پا کر اپنی اپنی نیتوں کی تحریک سے ملاقات کے لئے آتے رہتے ہیں۔یہ شاخ بھی برابر نشو ونما مین ہے۔اگرچہ بعض دنوں میں کچھ کم مگر بعض دنوں میں نہایت سرگرمی سے اس کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔چنانچہ ان سات برسوں میں ساٹھ ہزار سے کچھ زیادہ مہمان آئے ہوں گیاور جس قدر ان میں سے مستعد لوگوں کو تقریری ذریعوں سے روحانی فائدہ پہنچایا گیا اور ان کے مشکلات حل کر دیئے گئے۔اور ان کی کمزوری کو دور کر دیا گیا اس کا علم خدا تعالیٰ کو ہے مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ زبانی تقریریں جو سائلین کے سوالات کے جوابات میں کی گئیں یا کی جاتی ہیں یا اپنی طرف سے محل اور موقعہ کے مناسب کچھ بیان کیا جاتا ہے یہ طریق بعض صورتوں میں تالیفات کی نسبت نہایت مفید اور موٴثر اور جلد تر دلوں میں بیٹھنے والا ثابت ہوا ہے۔یہی وجہ ہے کہ تمام نبی اس طریق کو ملحوظ رکھتے رہے ہیں اور بجز خدا تعالیٰ کے کلام کے جو خاص طور پر بلکہ قلم بند ہو کر شائع کیا گیا باقی جس قدر مقالات انبیاء ہیں وہ اپنے اپنے محل پر تقریروں کی طرح پھیلتے رہے ہیں۔عام قاعدہ نبیوں کا یہی تھا کہ ایک محل شناس لیکچرار کی طرح ضرورتوں کے وقتوں میں مختلف مجالس اور محافل میں اُن کے حال کے مطابق روح سے قوت پا کر تقریریں کرتے تھے۔مگر نہ اس زمانہ کے متکلموں کی طرح کہ جن کو اپنی تقریر سے فقط اپنا علمی سرمایہ دکھلانا منظور ہوتا ہے۔یا یہ غرض ہوتی ہے کہ اپنی جھوٹی منطق اور سوفسطائی حجتوں سے کسی سادہ لوح کو اپنے پیچ میں لاویں اور پھر اپنے سے زیادہ جہنّم کے لائق کریں۔بلکہ انبیاء نہایت سادگی سے کلام کرتے اور جو اپنے دل سے اُبلتا ہے وہ دوسروں کے دلوں میں ڈالتے تھے۔۔اُن کے کلمات قدسیہ عین محل اور حاجت کے وقت پر ہوتے تھے اور مخاطبین کو شغل یا افسانہ کی طرح کچھ نہیں سناتے تھے۔بلکہ اُن کو بیمار دیکھ کر اور طرح طرح کے آفات روحانی میں مبتلا پا کر علاج کے طور پر اُن کو نصیحتیں کرتے تھے یا حجج قاطعہ سے اُن کے اوہام کو رفع فرماتے تھے۔اور اُن کی گفتگو میں الفاظ تھوڑے اور معانی بہت ہوتے تھے۔سو یہی قاعدہ یہ عاجز ملحوظ رکھتا ہے اور واردین اور صادرین کی استعداد کے موافق اور اُن کی ضرورتوں کے لحاظ سے اور اُن کے امراض لاحقہ کے خیال سے ہمیشہ باب تقریر کھلا رہتا ہے۔کیونکہ بُرائی کونشانہ کے طور پر دیکھ کر اس کے روکنے کے لئے نصائح ضروریہ کی تیر اندازی کرنا اور بگڑے ہوئے اخلاق کو ایسے

عضو کی طرح پا کر جو اپنے محل سے ٹل گیا ہو اپنی حقیقی صورت اور محل پر لانا جیسے یہ علاج بیمار کے رو برو ہونے کی حالت میں متصور ہے اور کسی حالت میں کماحقّہ ممکن نہیں۔یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے چندیں ہزار نبی اور رسول بھیجے اور ان کی شرف صحبت میں مشرف ہونے کا حکم دیا تا ہر ایک زمانہ کے لوگ چشمدید نمونوں کو پاکر اور اُن کے وجود کو مجسّم کلام الٰہی مشاہدہ کر کے اُن کی اقتداء کے لئے کوشش کریں۔اگر صحبت صالحین میں رہنا واجبات دین میں سے نہ ہوتا تو خدا تعالیٰ اپنے کلام کو بغیر بھیجنے رسولوں اور نبیوں کے اور طور پر بھی نازل کر سکتا تھا۔یا صرف ابتدائی زمانہ میں ہی رسالت کے امر کو محدود رکھتا اور آئندہ ہمیشہ کے لئے سلسلہ نبوت اور رسالت اور وحی کا منقطع کر دیتا لیکن خدا تعالیٰ کی عمیق حکمت اور دانائی نے ہرگز ایسا منظور نہیں رکھا اور ضرورت کے وقتوں میں یعنی جب کبھی محبت الٰہی اور خدا پرستی اور تقویٰ طہارت وغیرہ امور واجبہ میں فرق آتا رہا ہے مقدس لوگ خدا تعالیٰ سے وحی پا کر نمونہ کے طور پر دنیا میں آتے رہے ہیں اور یہ دونوں قضئے باہم لازم و ملزوم ہیں کہ اگر خدا تعالیٰ کو ہمیشہ کے لئے اصلاح خلائق کی طرف توجہ ہے تو یہ بھی نہایت ضروری ہے کہ ایسے لوگ بھی ہمیشہ کے لئے آتے رہیں کہ جن کو خدا تعالیٰ نے اپنی خاص توجہ سے بینائی بخشی ہو اور اپنی مرضیات کی راہ پر ثابت قدم کیا ہو۔بلا شبہ یہ بات یقینی اور امور مسلّمہ میں سے ہے کہ یہ مہم عظیم اصلاحِ خلائق کی صرف کاغذوں کے گھوڑے دوڑانے سے رو براہ نہیں ہو سکتی۔اس کے لئے اسی راہ پر قدم مارنا ضروری ہے جس پر قدیم سے خدا تعالیٰ کے پاک نبی مارت رہے ہیں۔اور اسلام نے اپنا قدم رکھتے ہی اس موئثر طریق کو ایسی مضبوطی اور استحکام سے رواج دیا ہے کہ اس کی نظیر دوسرے مذہبوں میں ہرگز نہیں پائی جاتی۔کون اس جماعت کثیر کا دوسری جگہ وجود دکھلا سکتا ہے جو تعداد میں دس ہزار سے بھی زیادہ بڑھ گئی تھی اور کمال اعتقاد اور انکسار اور جانفشانی اور پوری محویت سے سچائی کے حاصل کرنے اور راستی کے سیکھنے کے لئے آستانہ نبوی پر دن رات پڑی رہتی تھی۔بے شک حضرت موسیٰ کو بھی ایک جماعت ملی تھی مگر وہ کیسی اور کس قدر سرکش اور متمرّد اور روحانی صحبت اور صدق قدم سے دور اور مہجور رہنے والی تھیاس بات کو بائبل کے پڑھنے والے اور یہودیوں کی تاریخ پر نظرڈالنے والے خوب جانتے ہیں۔مگر آنحضرت ﷺ کی جماعت نے اپنے رسول مقبول کی راہ میں ایسا اتحاد اور ایسی روحانی یگانگت پیدا کر لی تھی کہ اسلامی اخوت کی رو سے سچ مچ عضو واحد کی طرح ہو گئی تھی اور اُن کے روزانہ برتاؤ اور زندگی اور ظاہر و باطن میں انوارِ نبوت ایسے رچ گئے تھے کہ گویا وہ سب آنحضرت ﷺ کی عکسی تصویریں تھے۔سو یہ بھاری معجزہ اندرونی تبدیلی کا جس کے ذریعہ سے فحش بت پرستی کرنے والے کامل خدا پرستی تک پہنچ گئے

اور ہر دم دنیا میں غرق رہنے والے محبوب حقیقی سے ایسا تعلق پکڑ گئے کہ اس کی راہ میں پانیکی طرح اپنے خونوں کو بہا دیا۔یہ دراصل ایک صادق اور کامل نبیؐ کی صحبت میں مخلصانہ قدم سے عمر بسر کرنے کا نتیجہ تھا۔سو اسی بناء پر یہ عاجز اس سلسلہ کے قائم رکھنے کے لئے مامور کیا گیا ہے اور چاہتا ہے کہ صحبت میں رہنے والوں کا سلسلہ اَور بھی زیادہ وسعت سے بڑھا دیا جائے اور ایسے لوگ دن رات صحبت میں رہیں کہ جو ایمان اور محبت اور یقین کے بڑھانے کے لئے شوق رکھتے ہوں اور اُن پر وہ انوار ظاہر ہوں کہ جو اس عاجز پر ظاہر کئے گئے ہیں‌اور وہ ذوق اُن کو عطا ہو جو اس عاجز کو عطا کیا گیا ہے تا اسلام کی روشنی عام طور پر دنیا میں پھیل جائے۔اور حقارت اور ذلّت کا سیہ داغ مسلمانوں کی پیشانی سے دھویا جائے۔اسی کی بشارت دے کر خداوند خدا نے مجھے بھیجا اور کہا کہ بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم اُفتاد۔

(روحانی خزائن جلد ۳ فتح اسلام ص ۲۲)

جو شخص خدا تعالیٰ کے ہمکلام ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اُس کا آزمانا بہت سہل ہے۔اُس کی خدمت میں آؤ۔اُس کی صحبت میں دو تین ہفتے رہو اگر خدا تعالیٰ چاہے تو اُن برکات کی بارشیں جو اُس پر ہو رہی ہیں اور وہ حقّانی وحی کے انوار جو اُس پر اُتر رہے ہیں اُن میں سے تم بچشمِ خود دیکھ لو۔جو ڈھونڈتا ہے وہی پاتا ہے۔جو کھٹکھٹاتا ہے اُسی کے لئے کھولا جاتا ہے۔

(روحانی خزائن جلد ۳ فتح اسلام ص ۴۱)

حبّی فی اللہ میاں عبد اللہ سنوری۔یہ جوان صالح اپنی فطرتی مناسبت کی وجہ سے میری طرف کھینچا گیا۔میں یقین رکھتا ہوں کہ وہ اُن وفادار دوستوں میں سے ہے جن پر کوئی ابتلاء جنبش نہیں لا سکتا۔وہ متفرق وقتوں میں دو دو تین تین ماہ تک بلکہ زیادہ بھی میری صحبت میں رہا۔۔۔۔اور اس جوان نے بعض خوارق اور آسمانی نشان جو اس عاجز کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ملے بچشمِ خود دیکھے ہیں جن کی وجہ سے اس کے ایمان کو بہت فائدہ پہنچا۔۔۔۔۔بہت بڑا موجب میاں عبد اللہ کے زیادت خلوص و محبت و اعتقاد کا یہ ہے کہ وہ اپنا خرچ بھی کر کے ایک عرصہ تک میری صحبت میں آ کر رہتا رہا اور کچھ آیات ربّانی دیکھتا رہا۔سو اس تقریب سے روحانی امور میں ترقی پا گیا۔کیا اچھا ہو کہ میرے دوسرے مخلص بھی اس عادت کی پیروی کریں۔

(روحانی خزائن جلد ۳ ازالہ اوہام ص ۵۳۱)

حضرت خلیفہ اوّل نے فرمایا کہ اولئک اصحب الجنہ صحابہ کے لئے رسول کی صحبت جنت تھی بحوالہ مولوی بشیر قمر

حضرت حنظلہ کا واقعہ

رسول اللہ کی صحبت کے تذکرے صحابہ کی ازبانی

مسیح موعود کی صھبت کے تذکرے صحابہ کی زبانی

دونوں کا اپنی صحبت کے لئے پکارنا

نوٹ ٹالسٹائی یہ بھول گیا کہ قرآن کے تو اوّل مخاطب ہی اہل عرب تھے جن کی زبان میں قرآنناز ل کیا جا رہا تھا تو کیا نعوذ باللہ خدانے ایک لغو کام کیا جو بغیر رسول کے بھی ہو سکتا تھا ایسے ہیحخواہمخواہ رسول بھیج دیا حالانکہ صحیفہ فطرت پکار پکار کر کہہ ف رہا ہے کہ کوئی ایک کل بھی اس نے زائد نہیں بنائی اور ما خلقت ھذا باطلا کی قولی گواہی بھی موجود ہے

ایک تجربہ کار فلاسفر کے طور پر وہ درست سمجھا کہ بغیر نبی کے بھی قرآن کافی تھا لیکن مسیح موعود علیہ السلام کی آنکھ فلسفی کی آنکھ سے آگے بصیرت کے ساتھ دیکھ رہی تھی اس لئے آپ نے اس مضمون کو اور رنگ میں دیکھا وہ تو کہتا کہ آنخضرت ﷺ کی بھی ضرورت نہ تھی مسیح موعود فرامتے ہیں ہمیشہ ضرورت رہے گی اور وہ ضرورت پوری بھی کی جاتی رہے گیاور کی جاتی رہی ہے۔

میاں شرف الدین صاحب سم والے : ضلع گورداسپور میں طالب پور کے متصل ایک مقام سم شریف کہلاتا ہے۔وہاں پانی کا ایک چشمہ سا ہے۔وہاں میاں شرف الدین صاحب ایک بزرگ رہتے تھے۔حضرت مرزا صاحب ان کے پاس بھی چند مرتبہ تشریف لے گئے۔آپ کے یہ سفر کسی ذاتی غرض یا دنیوی مفاد پر مشتمل نہ تھے۔بلکہ محض کونو مع الصادقین پر عمل کرنے کے لئے۔یا ترقی اسلام کے لئے دعا کرانے کے واسطے شروع ہی سے آپ کی فطرت میں اسلام

کی تائید اور نصرت کے لئے خاص جوش تھا۔آپ خود بھی اس کے لئے دعائیں کرتے رہتے تھے۔جیسا کہ آپ کی ایک پرانی دعا اوپر دیوان فرخ سے میں نے نقل کی ہے۔آپ کا سونا' جاگنا'چلنا' پھرنا' اسی ذہن اور آرزو میں تھا۔

غرض حضرت مسیح موعود ان لوگوں کے پاس جایا کرتے تھے۔

صحبت درویشاں کا شوق :میں نے حیات النبی میں پہلے بھی بیان کیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی بعثت سے پہلے بعض ان لوگوں کی صحبت و ملاقات کے لئے جایاکرتے تھے جو اہل اللہ کہلاتے تھے۔چنانچہ میاں شرف الدین صاحب سم والے اور حضرت مولوی سید عبد اللہ غزنوی کی ملاقات کے لئے آپ کا تشریف لے جاناثابت ہے۔کبھی کبھی بعض لوگ آپ کیخدمت میں بھی آ جایا کرتے تھے۔مولوی رحیم بخش صاحب ساکن تلونڈی چنگلاں نے میرے پاس بیان کیا۔کہ ایک شخص کے شاہ نام ساکن لیل (متصل دہاری وال)حضرت کے پاس آتے تھے۔اور وہ آپ ہی کے پاس ٹھہرتے تھے۔ایک مرتبہ انہوں نے دیکھا کہ حضرت نے انکو پوچھا کہ آپ کے وضو کے لئے گرم پانی لاؤں اور یہ کہہ کر آپ گرم پانی لے آئے۔اسی طرح دوسری ضروریات اور آسائش و آرام کے امور کے متعلق بھی پورا انصرام فرماتے تھے۔یہ سب کچھ اکرام ضیف اور محبت درویشاں کا نتیجہ تھا۔اسی طرح مولوی صاحب کہتے ہیں کہ ایک شخص کوڈے شاہ جو لنگڑا تھا۔آپ کے پاس آ کر رہا۔اور اس نے کہا کہ گھوڑی ہو تو میں جاؤں۔حضرت نے اس کے لئے ایک گھوڑی خریدی اور اس کو سوار کر کے بھیج دیا۔اور گھوڑی اس کو دے دی۔

عام طور پر آپ ہر ایسے شخص سے محبت کرتے تھے جس میں کچھ بھی آثار للّٰہیت پائے جاتے تھے۔انہیں ایام کی آپ کی ایک نظم بھی ہے۔جس سے آپ کی محبت درویشاں کا پتہ ملتا ہے۔اس کا عنوان آپ نے رکھا ہے۔

فرخ در صحبت درویشاں

میں یہ بھی پہلی جلد میں بیان کر آیاہوں۔کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنا تخلص ابتداًفرخ فرمایا کرتے تھے۔اس عنوان کے تحت میں آپ نے جو چند بیت لکھے ہیں۔وہ یقینا قارئین کی دلچسپی کا موجب ہوں گے۔

گرترا رحم اں یگاں بکشد

زیں جماعت اگر جدا رفتے

وائے آں دور ماندہ زیں بستاں

وائے آں بد نصیب بے دولت

گردریں راہ بسر شتافتمے

ہست نرمی سر شمائل پاک

دولتت سوئے شاں عناں بکشد

درنخستیں قدم زپا رفتے

باز ماندہ بدشت بروزداں

کہ ندید است ایں چنیں صحبت

آنچہ زو یافتم نیافتمے

خاک شپویش ازاں کہ گردی خاک

یہ شوق اور جوش آپ کو کونوا مع الصادقین پر عمل کرنے کے لئے تھا۔خلاف شرع حرکات اور غیر مسنون اوراد و وظائف سے آپ کو نفرت تھی۔اور ایسے لوگوں کو آپ تک رسائی نہ ہوتی تھی۔بلکہ بعض اوقات ان لوگوں کو خطرناک سمجھ کر نکلوا دیا کرتے۔جیسا کہ ایک ہندو سادھو کو قادیان سے نکلوانے کا میں نے لکھا ہے:-

صالح اُسی وقت کسی کو کہا جاتا ہے جبکہ ہر ایک فساد سے اُس کا اندرون خالی اور پاک ہو جائے۔اور اُن تمام گندے اور تلخ مواد کے دور ہونے کی وجہ سے عبادت اور ذکر الٰہی کا مزہ اعلیٰ درجہ کی لذّت کی حالت پر آ جائے۔کیونکہ جس طرح زبان کا مزہ جسمانی تلخیوں کی وجہ سے بگڑ جاتا ہے ایسا ہی روحانی مزہ روحانی مفاسد کی وجہ سے متغیر ہو جاتا ہے۔اور ایسے انسان کو کوئی لذّت عبادت اور ذکر الٰہی کی نہیں آتیاور نہ کوئی اُنس اور ذوق اور شوق باقی رہتا ہے۔لیکن کامل انسان نہ صرف مواد فاسدہ سے پاک ہوجاتا ہے بلکہ یہ صلاحیت بہت ترقی کر کے بطور ایک نشان اور خارق عادت امر کے اس میں ظاہر ہوتی ہے۔

(روحانی خزائن جلد ۱۵ص۴۲۲)

مرد صالح کا کمال یہ ہے کہ ایسا ہر ایک قسِم کے فساد سے دور ہو جائے اور مجسّم صلاح بن جائے کہ وہ کامل صلاحیت اس کی خارق عادت ہونے کہ وجہ سے بطور نشان مانی جائے۔

(روحانی خزائن جلد ۱۵ص۵۱۶)

جمال ہم نشین در من اثر کرد

اپنی اولادوں کو امام وقت کے خطبات سے جوڑ دیں

خطبہ جمعہ ۳۱ مئی الفضل ۴ مئی ۹۸ و ۱۲ جنوری ۱۹۹۳ سے mta کی اہمیت پر لینا ہے

پھر موسیٰ علیہ السلام کو بتایا گیا کہ اصلاح قوم کا حقیقی ذریعہ صحبت صلحاء ہے۔تفسیر کبیر ص ۳۹۰ جلد ۵

„ہر نبی کی تعلیم میں بد صحبت سے بچنے کا حکم موجود ہے اور بُرے آدمیون کو نہ ماننے کی تعلیم ہے۔“تفسیر کبیر جلد ۴ ص۱۶۴

و یوم یعض الظالم علی یدیہ یقول یلیتنی اتخذت مع الرسول سبیلا یویلتی لیتنی لم اتخذ فلانا خلیلالقد اضلنی عن الذکر بعد اذ جاء نی اکان الشیطان للانسان خذولا

„انسان ہمیشہ اپنے گندے جلیسوں کی وجہ سے تباہی کے گھڑے میں گرا کرتا ہے۔وہ پہلے تو اپنے دوستوں کی مصاحبت پر فخر کرتا ہے مگر جب اسے کسی مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو وہ بے اختیار کہہ اٹھتا ہے لیتنی لم اتخذ فلانا خلیلا۔اے کاش میں فلاں کو اپنا دوست نہ بناتا۔اس نے تو مجھے گمراہ کر دیا۔اسی وجہ سے قرآن کریم نے مومنوں کو یہ خاص طور پر نصیحت فرمائی ہے کہ کونوا مع الصادقین توبہ ۱۵ یعنی اے مومنوں تم ہمیشہ صادقوں کی معیت اختیار کرو۔حقیقت یہ ہے کہ انسان اپنے گرد و پیش کی اشیاء سے متأثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔اگر وہ اپنی دوستی اور ہم نشینی کے لئے ان لوگوں کا انتخاب کرے گا جو اعلیٰ اخلاق کے مالک ہوں گے اور جن کا مطمع نظر بلند ہو گا تو لازماً وہ بھی اپنی کمزوریوں کو دور کرنے کی کوشش کرے گا۔اور رفتہ رفتہ اس کی یہ کوشش اس کے قدم کو اخلاقی بلندیوں کی طرف بڑھانے والی

ثابت ہو گی۔لیکن اگر وہ بُرے ساتھیوں کا انتخاب کرے گا تو اوہ اُسے کبھی راہ راست کی طرف نہیں لے جائیں گے۔بلکہ اُسے اخلاقی پستی میں دھکیلنے والے ثابت ہوں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک دفعہ ایک سکھ طالب علم نے جو گورنمنٹ کالج لاہور میں پڑھتا تھا اور آپ سے عقیدت اور اخلاص رکھتا تھا کہلا بھیجا کہ پہلے تو مجھے خدا تعالیٰ کی ہستی پر بڑا یقین تھا مگر اب کچھ عرصہ سے مجھے شکوک پیدا ہونے شروع ہو گئے ہیں۔آپ دعاکریں کہ اللہ تعالیٰ میرے ان شکوک کو دور فرمائے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُسے کہلا بھیجا کہ معلوم ہوتا ہے تمہارے ساتھیوں میں سے کوئی شخص دہریت کے خیالات اپنے اندر رکھتا ہے جس کا تم پر اثر پڑ رہا ہے۔تم کالج میں جس جگہ بیٹھا کرتے ہو اُس جگہ کو بدل لو چنانچہ اُس نے اپنی سیٹ بدل لی۔اور کچھ دنوں کے بعد اُس کے خیالات کی خود بخود اصلاح ہو گئی۔اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ بُرے ساتھیوں کا انسان پر کتنا بُرا اثر پڑتا ہے۔یہی حکمت ہے جس کے ماتحت رسول کریم ﷺ جس کسی مجلس میں تشریف رکھتے تھے تو بڑی کثرت سے استغفار فرمایا کرتے تھے۔تا کہ کوئی بُری تحریک آپ کے قلب مطہر پر اثر انداز نہ ہو۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد ۶ ص ۴۸۱و ۴۸۲)

بئس القرین

حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ

کیا بائیکاٹ کی اجازت ہے

حضرت حنظلہ

اجلس بنا نومن ساعۃ

انھم قوم لا یشقی جلیسھم

عطار اور لوہار کی مثال والی حدیث

المرء مع من یخالل

المرء علی دین خلیلہ

ملاقات کے قابل لوگ

شام کو ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب سے دریافت فرمایا کہ آج آپ نے کہاں کہاں کی سیر کی ہے ؟ڈاکٹر صاحب نے عرض کی کہ حضور۔فیروز شاہ کی لاٹ ،مہابت خان کی مسجد۔لال قلعہ وغیرہ مقامات دیکھے ہیں۔فرمایا۔

ہم تو حضرت بختیار کاکیؒ،نظام الدینؒ اولیاء ،حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ وغیرہ کی قبروں پر جانا چاہتے ہیں۔دہلی کے یہ لوگ جو سطح زمین کے اوپر ہیں نہ ملاقات کرتے ہیں نہ ملاقات کے قابل ہیں۔اس لئے جو اہلِ دل لوگ ان میں سے گذر چکے ہیں اور زمین کے اندر مدفون ہیں۔ان سے ہی ہم ملاقات کر لیں۔تا کہ بدوں ملاقات تو واپس نہ جائیں۔میں ان بزرگوں کی یہ کرامت سمجھتا ہوں کہ انہوں نے قسی القلب لوگوں کے درمیان بسر کی۔اس شہر میں ہمارے حصہ میں ابھی وہ قبولیت نہیں آئی جو ان لوگوں کو نصیب ہوئی ہے۔

چشم باز و گوش باز وایں ذکا

خیرہ اَم از چشم بندیٔ خُدا

اسلام پر یہ کیا مصیبت کا زمانہ ہے۔اندرونی مصائب بھی بے انتہا ہیں اور بیرونی بھی بے حد ہیں۔پھر یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ کسی مصلح کی ضرورت نہیں۔الخ،،

(حیات طیبہ ازحضرت شیخ عبد القادر مرحوم (سابق سوداگر مل)ص ۳۰۰)

حضرت ربیعہ بن کعب اسلمیؓ رسول اللہ ﷺ کے خادم تھے۔ایک بار وہ رات کو حضور کے لئے وضو کا پانی لائے۔تو حضور نے فرمایا کچھ مانگ لو۔انہوں نے عرض کیا۔میں صرف جنّت میں آپ کی رفاقت چاہتا ہوں۔فرمایا صرف یہی خواہش ہے۔عرض کیا بس یہی ہے۔فرمایا پھر کثرت سجود کے ساتھ اپنے لئے میری مدد کرو۔

(سنن ابو داوٗد کتاب الصلوۃ باب قیام النبی من اللیل)(بحوالہ الفضل ۲۴/اگست ۲۰۰۱)

صحبت صادقین

۴/نومبر ۱۹۰۳ئ کا واقعہ ہے۔حضرت مولوی برہان الدین صاحب جہلمی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس میں حاضر تھے۔حضور نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

((یہاں کا رہنا تو ایک قِسم کا آستانہ ایزدی پر رہنا ہے۔اس حوض کوثر سے وہ آب حیات ملتا ہے جس کے پینے سے حیات جاوداں نصیب ہوتی ہے۔جس پر ابدالآباد تک موت ہرگز نہیں آ سکتی۔اچھی طرح کمربستہ ہو کر پورے استقلال سے اس صراط مستقیم کے راہ رَو بنیں اور ہر قِسم کی دنیاوی رکاوٹوں اور نفسانی خواہشوں کی ذرّہ پرواہ نہ کرکے اللہ تعالیٰ کے صادق مامور کی پوری معیت کریں تا کہ حکم کونوا مع الصادقین کی فرمانبرداری کا سنہری تحفہ آپ کو حاصل ہو۔

(ملفوظات جلد ۳ صفحہ ۴۶۳)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پاک مجلس و صحبت کا اثر معلوم کرنا ہو تو حضرت منشی ظفراحمد صاحب کی زبان سے سنیں آپ حضور کے نام اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں

جب تک حضور کی خدمت میں حاضری کا شرف رہا کچھ خبر نہ تھی کہ دنیا کہاں بستی ہے اور دنیا کے فکر و غم کیسے ہوتے ہیں۔خدا جانتا ہے کہ حضور کی خدمت میں حاضر رہنیسے میری ایسی حالت تھی کہ اگر خوش قسمتی سے میری موت ان ایام میں آ جاتی تو میں خدا کی طرف ایسا پاک اور صاف ہو کر جاتا جیسا کہ حضور اور رسول مقبول ﷺ اور جناب باری کا منشاء ہے

(بحوالہ ماہنامہ انصاراللہ اپریل ۱۹۹۵ئص ۲۳)